

اخلاق، ہمدردی، مدد والا تعاون

تألیف

حضرت مولانا سید محمد راجح حسني ندوی مدظلہ

ترتیب و پیشکش

محمد ار معغان بدایوی ندوی

ناشر: شیخ، یم، حسین ٹرسٹ

H.M.Husain Trust

Email: hmhamuwash@yahoo.com

Cell: +91 7095168679

جملہ حقوق محفوظ

طبع اول: نیجع اولن ۱۳۹۴ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۲۰۲۳ء گریگورین Gregorian

نام کتاب:	اخلاق، ہمدردی، مدد و الاتعاون
مصنف:	حضرت مولانا سید محمد رائع حسني ندوی مدظلہ العالی
تعداد اشاعت:	3000
صفحات:	16
قیمت:	ہدیہ: تیک، یم، حسین ٹرسٹ
کمپیوٹر کتابت:	مولانا سید عبد الحمید قادری (استاذ جامعہ اسلامیہ دارالعلوم رحمانیہ، حیدر آباد)

Cell: +91 9849022015

باہتمام: انجینئر محمد عثمان حیدر آبادی

انشباب

محترم تیک یم حسین صاحب اور الہیہ علیہ الرحمۃ
(والدین ماجدین انجینئر محمد عثمان حیدر آبادی)

ملٹے کا پتہ: (۱) مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، لکھنؤ 0522-2741539
(۲) دائرِ عروفات، تکمیل کالا، رائے بریلی، یوپی 09807240512

ناشر: تیک، یم، حسین ٹرسٹ

H.M.Husain Trust
Email: hmhamuwash@yahoo.com
Cell: +91 7095168679

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

پیش لفظ

”وَتَحْرِيكُ بَيْمَانِ انسانِيَّتِ“، کا باقاعدہ آغازِ مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے ۱۹۷۴ء میں الہ آباد کے ایک کنوشن سے کیا تھا، حضرت مولانا کی نگاہِ بصیرت نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر ملک کے حالات نارمل نہ ہوئے تو نہ مدارس محفوظ ہیں، نہ یہ دینی و اسلامی تحریریات؛ بلکہ مسلمانوں کا وجود اس ملک میں خطرہ میں پڑ جائے گا اور خود یہ ملک بھی خطرہ سے دوچار ہوگا، اس کی سالمیت اور تحفظ کے لیے اگر کوئی تدبیر سو مہند ہو سکتی ہے تو صرف بھی ہے کہ غلط فہمیوں کو دور کیا جائے، باہمی اعتماد کی فضابجال کی جائے اور انسانی قدروں کو بڑھاوا دیا جائے۔

حضرت مولانا کو اس ضرورت کا شدت سے احساس تھا اور اس کے لیے مولانا نے پورے ملک کے دورے کیے، ملاقاتیں کیں اور لوگوں کو اس کی طرف متوجہ کیا، حضرت کی وفات کے بعد حضرت کے جاشین عم مخدوم و معظم حضرت مولانا سید محمد رالیح حسني ندوی دامت برکاتہم کی سرپرستی اور برادر محترم حضرت مولانا سید عبد اللہ حسني ندوی رحمۃ اللہ علیہ کی مسلسل فکر و کوشش سے یہ کام جاری رہا اور کوشش کی گئی کہ اس کو منظم بھی کیا جائے اور پورے ملک میں اس کی اہمیت لوگوں کے سامنے رکھی جائے۔ ادھر چند سالوں سے ایک سالانہ مشاورتی اجتماع تکمیلہ شاہ علم اللہ رائے بریلی

میں حضرت مولانا دامت برکاتہم کی سرپرستی میں منعقد ہوتا ہے، جس میں الحمد للہ مختلف صوبوں سے نمائندے تشریف لاتے ہیں اور کارگزاریاں بھی ہوتی ہیں، مشورے بھی ہوتے ہیں اور کام کو پھیلانے کی تدبیسیر کے سلسلہ میں خور ہوتا ہے۔

اس سال ۱۲، ۱۳، ۱۴ء کو سالانہ اجلاس رائے بریلی میں منعقد ہوا، جس میں حضرت کا افتتاحی اور اختتامی خطاب ہوا، جو بڑا امفیڈ، مؤثر اور پرمختز تھا، افادہ عام کی خاطر اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ ان خطابات کو شائع کیا جائے، رقم محترم المقام جناب اُخْيْرَ عَثَانَ بِهَائِي حیدر آبادی کا انتہائی مشکور ہے کہ انہوں نے اپنے ٹرست سے اس کو شائع کرنے کا ارادہ فرمایا؛ انہوں نے عزیزی مولوی عرفان ندوی کو مکلف کیا کہ وہ اس کو قلمبند کریں، عزیز موصوف نے افتتاحی خطاب قلمبند کیا، پھر وہ عزیز القدر مولوی محمد ار مغان ندوی کے حوالہ کیا؛ انہوں نے اس کو اور دوسرے خطاب کو کپیوز کیا، تصحیحات کیں اور ذیلی عنوانین لگائے، اس طرح یہ رسالہ کی شکل میں ناظرین کے سامنے ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب معاونین کو اجر عطا فرمائے، خاص طور پر ”تیج یم حسین ٹرست“ کے ذمہ دار جناب اُخْيْرَ عَثَانَ بِهَائِي صاحب کو۔

یہ ایک بیش قیمتی رہنماء رسالہ ہے، جس سے کام کرنے والوں کو مدد بھی ملے گی، بنیادی اصول محسوم ہوں گے اور عام لوگوں کی اس کی طرف توجہ بھی ہوگی۔
اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور حضرت والا کی عمر میں صحت و عافیت کے ساتھ برکت عطا فرمائے، آمين۔

بلال عبدالجی حسینی ندوی
جزل سکریٹری
پیام انسانیت

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اخلاق، ہمدردی، مدد و الاتخاون

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اس دنیا میں اُتارا اور ان کو دنیا میں زندگی گزارنے کا راستہ بتایا اور یہ حکم دیا کہ زندگی گزارنے کا جو اصل طریقہ ہے تم کو اس پر عمل کرنا ہے؛ لیکن ان کے بعد اس اصل طریقہ سے لوگ بیکترے رہے، اس لیے کہ آدمی کے وسائل محدود ہوتے ہیں اور خواہشات زیادہ ہوتی ہیں، جن کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آدمی ان خواہشات کے دباؤ سے صحیح راستے سے بھکٹ جاتا ہے اور صحیح راستہ وہ انسانی راستہ ہے، جو اللہ تعالیٰ نے انبیاء کو بتایا ہے، ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، فَإِنَّ أَبْاكُمْ وَاحِدٌ، لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ، لَعَلَى عَجَابِيِّ، وَلَا لِعَجَابِيِّ عَلَى عَرَبِيِّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا أَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالْتَّقْوَى (شعب الایمان للبیهقی: ۵۱۳۷)۔

ترجمہ: ”اے لوگو! بے شک تمہارا پا النہار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے، صاف سن لو! کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے، اسی طرح کسی سرخ کو کسی کالے پر اور کسی کالے پر کسی سرخ پر کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے؛ سوائے تقویٰ کے۔“

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا:

النَّاسُ بَنُوا آدَمَ وَآدَمُ مِنْ تُرْزَابٍ (سنن الترمذی: ۲۲۳۸)۔

ترجمہ: ”تمام لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔“

اس حدیث سے تمام انسانیت کو یہ پیغام دے دیا گیا کہ ہر ایک کو اپنی حیثیت سمجھنا چاہیے، یہ ذہن میں رہنا چاہیے کہ وہ بہت تھیر چیز سے بنایا گیا ہے اور وہ اچھا اسی وقت بن سکتا ہے جب وہ اچھا طریقہ اختیار کرے؛ لیکن اگر وہ مٹی ہی میں رہنا پسند کرتا ہے تو ظاہر ہے وہ بری حالت میں رہے گا اور مٹی کی جو حالت ہے وہی حالت اس کی ہو جائے گی، یعنی ذلت اور رسوانی کی حالت ہو جائے گی؛ لیکن اگر وہ اس مٹی سے نکلنا چاہتا ہے تو اس کو بلند اخلاق اختیار کرنا ہوں گے اور یہ راز قرآن مجید میں بھی بتا دیا گیا ہے کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے اور پھر تم کو بہت اچھی باتیں اور اچھا طریقہ بتا دیا ہے، ان کے ذریعہ تمہارے لیے یہ ممکن ہے کہ تم مٹی سے اونچے ہو جاؤ، مٹی سے نکل کر بلند ہو جاؤ، لیکن اگر تم اس سے نہیں نکلو گے اور خود کو بلند کرنے کی کوشش نہیں کرو گے تو تم خوار اور رسوا ہو گے، جیسے مٹی رسوا ہوتی ہے اور خاک اڑتی ہے؛ گویا اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے ایک اصول کے طور پر یہ بات بیان فرمادی کہ جب ہم انسان کی حیثیت سے زندگی گزاریں گے تو ہم مٹی سے بلند ہوں گے؛ ورنہ پھر ہم مٹی ہی کے زمرہ میں رہیں گے، جس طرح جانور ہوتے ہیں کہ ان کو مٹی سے نکلنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے، نہ مٹی سے نکلنے کا راستہ ان کو بتایا گیا ہے، وہ مٹی میں ہی رہتے ہیں اور اسی میں چل لیتے ہیں؛ البتہ انسان اس سے بلند ہے اور اس کو بلندی حاصل کرنے کا طریقہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب تم سب آدم کی اولاد ہو تو ایک دوسرے کے بھائی ہو؛ لہذا ایک دوسرے کی فکر بھی رکھو اور تم میں بہتر صرف وہی ہے جو "تقویٰ" اختیار کرے۔

تقویٰ کا مفہوم:

"تقویٰ" عربی زبان کا لفظ ہے اور یہ عربی کے لفظ وقی، یقی، وقاۃ سے بناتا ہے، جس کے معنی ہیں کہ اپنے کو بری باتوں سے بچانا، اپنے کو حظر سے بچانا، اپنے کو بری جگہ یا بری چیز سے بچانا، یہ سب مفہوم اس میں شامل ہیں، اسلامی اصطلاح میں ہم جو لفظ "تقویٰ" بولتے ہیں، اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ اپنے کو بری باتوں سے بچاؤ، اپنے کو غلط باتوں سے بچاؤ اور وہ غلط باتیں کونسی ہیں؟ وہ بھی ہم کو بتایا گیا ہے کہ غلط باتیں فلاں فلاں

ہیں؛ لہذا جو شخص بھی ان باتوں سے احتیاط کرے گا اور اپنے کو ان غلط باتوں سے بچائے گا، اس کو اچھا اور اونچا درجہ دیا جائے گا اور وہ ایک بہتر انسان شمار ہو گا، اسی طرح جو شخص اپنے کو بری باتوں سے نہیں بچائے گا، وہ بہتر انسان نہیں ہو سکتا ہے۔

انسانی مزاج:

غور طلب بات یہ ہے کہ جب ہم سب انسان ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی یہ ہے کہ عرب ہو یا جنم، کالا ہو یا گورا، آپس میں تمام انسان ایک ہی ہیں اور سب بھائی ہیں، اس لیے کہ سب آدم کی اولاد ہیں، یعنی ایک باپ کی اولاد ہیں تو کیوں نہ سب لوگ اس مقام پر آنے کی کوشش کریں جس پر آج اکٹھا ہونے کی سخت ضرورت ہے، جو مقام ہم کو سکھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے اور وہ یہ کہ ہم میں سے ہر انسان دوسرا انسان کو اپنا بھائی سمجھے، جب ہر ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھے کا تو ہر ایک دوسرے سے قریب ہو گا، اس کے فائدہ کو اپنا فائدہ سمجھے گا، جیسے بھائی بھائی کو سمجھتا ہے، وہ اس کے فائدہ کو اپنا فائدہ اور اس کے نقصان کو اپنا نقصان سمجھتا ہے، قرآن و حدیث میں یہ فرمایا گیا ہے کہ سب انسان بھائی بھائی ہیں، اس لیے ہم کو چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ وہی رویہ اختیار کریں جو بھائی بھائی کے ساتھ کرتا ہے اور یہ دیکھا گیا ہے کہ ہر انسان خواہ وہ کتنا ہی برا ہو لیکن بری بات کو بر اسمجھتا ہے، جھوٹ پولے والا کتنا ہی جھوٹ پولے؛ لیکن اگر اس سے یہ معلوم کیا جائے کہ جھوٹ اچھی چیز ہے یا بری چیز ہے؟ تو یقیناً وہ یہی کہے گا کہ جھوٹ بری چیز ہے، اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی کو لکنی ہی تکلیف پہنچانا ہو اور بڑا خالم ہو؛ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے اور اس کی سمجھ رائے لی جائے کہ ظلم کبھی چیز ہے؟ تو وہ بھی یہی کہے گا کہ ظلم بری چیز ہے، اس سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان میں یہ ایک احساس رکھا ہے کہ وہ برے کو بر اسمجھتا ہے اور اچھے کو اچھا سمجھتا ہے۔

انسانی مزاج کا عمومی جائزہ لینے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ جب تمام انسان ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور برے اچھے کو سمجھتے بھی ہیں تو ہم سب کو اسی حساب سے

ہر ایک سے معاملہ کرنا چاہیے، ہم سوسائٹی کے ہر فرد کے ساتھ حسن سلوک کریں، وہ سوسائٹی خواہ ایک مذاہب کی ہو یا متعدد مذاہب کی ہو، ہم کو یہ طے کرنا ہے کہ ہم بحیثیت انسان کے آپس میں ایک دوسرے کی ہمدردی کریں گے، ایک دوسرے کی تکلیف کو دور کرنے کی فکر کریں گے، جیسے اپنی تکلیف دور کرتے ہیں، اپنے بھائی کی تکلیف دور کرتے ہیں اور اپنے پڑوئی کی تکلیف دور کرتے ہیں، خود قرآن مجید میں بھی ان باتوں کا حکم ہے کہ تم اپنے پڑوئی کا خیال کرو اور اپنے عزیز کا خیال کرو؛ لہذا سوسائٹی میں اگر کوئی ہمارا رشتہ دار ہے تو ہم رشتہ داری کے ناطے اس کا خیال کریں گے اور اگر کوئی ہمارا پڑوئی ہے تو پڑوئی کے لحاظ سے اس کا خیال کریں گے اور اس سلسلہ میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمارا مذہب کوئی روک لگائے گا؛ یوں کہ جب انسانی سطح پر کچھ کرنا ہو تو اس میں مذہب نہیں دیکھا جاتا ہے، جب آپ ایک ساتھ رہتے ہیں اور ایک دوسرے کے پڑوئی ہیں تو اس میں مذہب کی بیانی پر ایک دوسرے کے ساتھ سلوک کرنے کی ممانعت ہرگز نہیں ہے؛ بلکہ سلوک کرنا مستحسن ہے اور بالخصوص جب کوئی سوسائٹی مشترک مذاہب اور مشترک خیالات کی حالت ہو، مختلف مذاہب اور مشترک خیالات کی حال ہو تو ایسی صورت میں ہمیں ایک دوسرے کا خیال رکھنا زیادہ ضروری ہوتا ہے، اس لیے کہ جب سوسائٹی میں مختلف خیالات اور مختلف مذاہب کے مانندے والے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کو شک کی تگاہ سے زیادہ دیکھتے ہیں، ایسے وقت میں ہماری ذمہ داری مزید بڑھ جاتی ہے کہ ہم زیادہ اخلاقی برتنیں تاکہ یہ جو دوری ہے، یہ دوری انسانی سطح پر دور ہو جائے؛ چونکہ ہم ایک انسان ہیں، اس لیے ہمارے اندر اخلاقی ہیں، ہمارے اندر حسن سیرت ہے، ہمارے اندر ایک دوسرے سے ہمدردی کا جذبہ ہے، ہمارے اندر دوسرے کے لیے محبت ہے، یہ انسان کی حیثیت سے ہماری صفت اور ہمارا طرز و طریقہ ہونا چاہیے، جب ہم انسان ہیں تو ہم کو انسانی صفات، انسانی اخلاق اور انسانی سیرت اختیار کرنی چاہیے۔

عمل کیمیا اثر:

ہمارے ملک ہندوستان میں بھی مختلف طبقات ہیں، مختلف مذاہب ہیں اور مختلف نسلیں ہیں، اس لیے یہاں اس بات کی زیادہ ضرورت ہے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ ایسا

سلوک کریں کہ ہم سب آپس میں واقعی بھائی معلوم ہوں اور آپس میں ایک ایسا اتحاد پیدا ہو جو انسانی اتحاد کے لئے سیاسی اتحاد نہیں، سیاست تو مصلحتوں سے چلتی ہے، سیاست میں خاص بات یہ ہے کہ وہ مذہب سے نہیں بلکہ وہ اپنے موقع و مصلحت پر چلتی ہے، اصحاب سیاست کی جیسی مصلحت ہوتی ہے، وہ ویسا ہی طریقہ اختیار کر لیتے ہیں؛ کیونکہ ان شخص اپنا فائدہ حاصل کرنا ہوتا ہے؛ لیکن جو انسانی اخلاق ہیں، انسانی سیرت ہے اور انسانیت ہے، یہاں طرح نہیں چلتی کہ ہم صرف اپنی مصلحت دیکھیں؛ بلکہ اس میں ہمگی دیکھنا چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں تو ہم اس طرح رہیں جس طرح بھائی بھائی رہتا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ جب معاملہ کرتے ہیں تو اس طرح کریں جس طرح ایک بھائی بھائی کے ساتھ کرتا ہے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ اس سے آپس کا تعاون اور آپس کی محبت برداشتی ہے، ہر آدمی آپس میں ایک دوسرے کو ترقی دیتا ہے، ایک دوسرے کو فائدہ پہنچاتا ہے اور اس کا خوب تجربہ کیا گیا ہے کہ جب اخلاق برداشتے تو آپس کی رنجش اور ورودی دور ہو جاتی ہے، ایسا بہت ہوتا ہے کہ دلوگ کسی وجہ سے ایک دوسرے کے خلاف ہیں؛ لیکن اخلاق کے جو ہرنے ان دونوں کو خلاف ہونے کے باوجود باہم ملا دیا، جب ان میں سے ایک شخص نے دوسرے کے ساتھ اخلاق برداشتہ فریقتہ ہو گیا، تاریخ اسلام میں ایسے بے شمار واقعات ہیں کہ کسی نے اپنے پڑوی سے شمنی کی؛ لیکن انہوں نے اس کے ساتھ اچھا سلوک کیا اور اس کے ساتھ ہمدردی سے پیش آئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ شمنی دوستی میں تبدیل ہو گئی اور اس شخص کو اس بات پر توجہ ہوا کہ ہم ان کو اپنا شمن سمجھتے تھے مگر یہ اتنے اچھے انسان ہیں کہ ہر وقت ہمیں نقصان سے بچاتے ہیں، ہم ان کو گالی دے رہے ہیں اور یہ ہمارے ساتھ ایسے بلند اخلاق برداشتے ہیں اور ہمارے ساتھ ایسا اچھا سلوک کر رہے ہیں۔

انسانی تعاون کی اہمیت:

ہمارا پورا معاشرہ، ہماری تہذیب و تدنی، ہمارا رہائشی اور شہری نظام غرض جو کچھ بھی ہے، یہ آپس میں باہمی تعاون سے چل رہا ہے اور ایسے تعاون سے چل رہا ہے کہ بعض اوقات

بڑی جیرت ہوتی ہے، مثلاً آپ جو کرتا پہنچتے ہیں، آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا کرتا ہے، آپ نے اس کو حاصل کیا ہے، اس میں آپ پر کسی کا کوئی احسان نہیں ہے؛ لیکن اگر آپ غور کریں کہ یہ کرتا آپ کو کیسے ملا؟ تو پتہ چلے گا کہ یہ کرتا کئی مراحل سے گزر کر ہم تک پہنچا، وہ اس طرح کہ اگر اس کا سوت نہ بنایا جاتا اور نہ کاتا جاتا، پھر اس کے بعد اس سے کچھ انسان بنایا جاتا، پھر اس کے بعد اس کپڑے کو بازار میں شد لایا جاتا اور پھر آپ درزی سے نہ سلواتے تو کیا آپ کو کرتا ملتا؟ ظاہر ہے اگر اس میں سے آپ کوئی بھی کڑی نکال دیں تو کرتا حاصل ہونا ناممکن تھا، اگر بازار سے کپڑا لایا نہیں جاتا یا آپ خود درزی نہیں ہیں اور کوئی سلنے والا بھی نہیں ہے تو آپ کا یہ کرتا بنتا مشکل تھا، معلوم ہوا کی آدمی نیچے میں ہیں جن کے تعاون سے آپ کا یہ کرتا بنتا ہے تو اس سے یہ بات بھی پتہ چل گئی کہ یہ کرتا صرف آپ کے چاہ لینے سے نہیں بناتا؛ بلکہ اس کے بنانے میں کئی لوگ شریک ہوئے اور وہ سب غیر لوگ ہیں۔

ای طرح آپ بطور مثال پانی لے لیں جو کہ انسان کی ایک بیانادی ضرورت ہے، جس سے انسان کی بقا و ایستہ ہے، اس کے بارے میں بھی آگر آپ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ پانی بھی آپ تھا حاصل نہیں کر سکتے تھے، اس لیے کہ اگر کنوں نہ بنایا گیا ہوتا یا آج کے زمانہ کے اعتبار سے بورنگ نہ ہوتی ہوتی اور پمپ نہ لگایا گیا ہوتا، پھر وہ پمپ کارخانہ میں بنایا گیا ہوتا تو آپ کے لیے پانی کا ایک بوند بھی حاصل کرنا مشکل تھا۔

مذکورہ مثالوں سے یہ سمجھنا آسان ہو گیا کہ انسان باہمی تعاون کی بیانادی پر سکون کی زندگی گزار رہا ہے؛ لیکن افسوس کی بات یہ ہے کہ ہم صرف یہی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ چیز ہماری ہے اور ہم نے حاصل کی ہے، اس میں ہم پر کسی کا احسان نہیں ہے؛ حالانکہ اگر آپ تعاون ہٹا کر دیکھیں تو دنیا میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جو تھا آپ نے حاصل کر لی ہو، ہماری ہر چیز دوسروں کے تعاون اور شرکت سے ہے، یہ نظام شرکت ہے جس سے ہماری انسانی زندگی چل رہی ہے؛ لیکن ہم بہت بڑی بھول میں ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ہم بذات خود کافی ہیں، ہم ہی سب کچھ کر رہے ہیں، جب کہ ہم تھا کچھ نہیں کر رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ ہماری یہ

زندگی آپس کی شرکت و تعاون سے چل رہی ہے۔

ضمیر کی صدا:

زندگی میں آپسی شرکت و تعاون کی اس اہمیت کے اندازہ کے بعد سوال یہ قائم ہوتا ہے کہ جب ہماری زندگی اس بات کی محتاج ہے کہ ہم کو دوسروں کا تعاون حاصل ہو تو ہم ہمدردی والا تعاون کیوں نہیں کرتے ہیں؟ ایک شخص نے چاہے اپنے کام کی قیمت لی ہو؛ لیکن اتنا طے ہے کہ ہماری ضرورت پوری کرنے میں اس کا ہاتھ لگا اور اس کے بغیر ہماری وہ ضرورت پوری نہیں ہو سکتی تھی؛ مگر اس کے باوجود بھی ہم اس کے ساتھ ہمدردی نہیں کر رہے ہیں اور اس کو دوسرا سمجھ رہے ہیں یا اس کو اپنے خلاف سمجھ رہے ہیں، ظاہر ہے یہ ہماری بہت بڑی غلطی ہے، یہ نہایت تعجب کی بات ہے کہ ہم ایک شخص سے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں یا ان لوگوں سے پورا فائدہ اٹھا رہے ہیں جو ہمارے ارد گرد ہیں اور ہمارے تہذیب و تدنی میں لگئے ہوئے ہیں اور اگر ان کے ساتھ ہمدردی کا مسئلہ آجائے تو ہم ان کے ساتھ ہمدردی نہ کریں؛ ایسا کیوں ہے؟ کیا اس لیے کہ وہ ہمارے غیر ہیں؟ اگر وہ غیر ہیں تو آپ کی عقلی سطح کے لحاظ سے یہ ہونا چاہیے کہ آپ ان سے کوئی تعلق ہی نہ رکھے، ان کی کوئی چیز بھی استعمال نہ کیجئے، ان سے کوئی مدد بھی نہ لیجئے۔

منفی سوچ کا نقشان:

دانشمندی کا تقاضا یہ ہے کہ ایسی ذہنیت کو ختم کیا جائے اور اس حقیقت کو عام کیا جائے کہ ہمارا پورا نظام آپس میں تعاون اور ہمدردی سے چل رہا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو ہماری زندگی چین ہو جائے گی، مثلاً آپ کسی ایسی کپڑے کی دوکان پر کپڑا لینے گئے کہ آپ کی مرضی کا کپڑا اوہیں ملتا ہے اور اس دوکاندار نے آپ کو غیر سمجھا اور آپ کو کپڑا نہیں دیا تو آپ کیا کریں گے؟ ظاہر ہے آپ کے لیے ایسی صورت میں دشواری ہو جائے گی، اس کا مطلب یہ ہوا کہ ابھی جب وہ آپ کو خوشی خوشی کپڑا دے رہا ہے تو گرچہ وہ اپنے پیسے کمانے کے لیے دے رہا ہے؛ مگر اس کے ساتھ وہ اخلاق سے بھی پیش آ رہا ہے، تب آپ کو بآسانی کپڑا

مل رہا ہے اور اگر وہ آپ کا مخالف ہوتا تو وہ صاف کہہ دینا کہ ہم آپ کو کپڑا نہیں دیں گے، آپ بھال سے جائیے، تب آپ کھاں سے لے سکتے تھے؟ جب کہ یہ معلوم ہے کہ وہ کپڑا اسی دوکان پر ملتا ہے اور وہ دینے کے لیے راضی نہیں ہے، اسی طرح آپ دنیا کی کوئی چیز بھی لے لیں، نتیجہ یہی نکلے گا کہ ہمارا سارا نظام ایک دوسرے کے تعاون اور ہمدردی سے چل رہا ہے؛ اگر ہم مخالفت کا مزاد اختیار کر لیں تو خود ہمارا زندہ رہنا مشکل ہو جائے۔

انسانیت کا تقاضا:

زندگی کا یہ ایک اہم راز ہیں سمجھنا چاہیے کہ جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہیں تو ہمیں ہمدردی والا تعاون بھی کرنا چاہیے، ہماری یہ کوشش ہونی چاہیے کہ دوسرے کو نقصان نہ پہنچے اور دوسرا بھی کامیاب ہو، دوسرا بھی صحیح انسان بنے اور دوسرے کے جوانسانی حقوق ہیں وہ ادا ہوں، یہ انسانی حقوق ہی ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کریں اور یہ تعاون صرف مادی نہ ہو کہ کھانے پینے کی حد تک تعاون ہو؛ بلکہ اخلاق اور بد و اعلیٰ تعاون کی بڑی اہمیت ہے، افسوس کی بات ہے کہ اس میں ہم لوگوں کے اندر بڑی کمی آگئی ہے اور غور کیا جائے تو صرف ہم ہی میں نہیں بلکہ ساری دنیا میں آج یہی کمی نظر آ رہی ہے، یوں ظاہر ہر سب ایک دوسرے سے تعاون لے رہے ہیں؛ لیکن ہمدردی والا تعاون بہت کم ہو رہا ہے اور لوگوں میں خود غرضی بہت بڑھ گئی ہے، اسی لیے ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ لگتا ہے ساری دنیا اس وقت خود غرضی پر چل رہی ہے، آج حال یہ ہو گیا ہے کہ ہم دوسرے سے فائدہ اٹھا رہے ہیں؛ لیکن دوسرے کو فائدہ پہنچا نہیں رہے ہیں، جب کہ انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ اگر ہم کسی سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو دوسرے کو فائدہ پہنچاں گیں بھی، یعنی تکلیف کے موقع پر ہم اس کے کام آگئیں اور اگر اس کو ہمدردی کی ضرورت ہے تو اس کی ہمدردی کریں؛ اگر اس کی کوئی پریشانی ہے تو اس کو دور کریں، اپنی حد تک جتنی ہم میں استطاعت ہے ہم اس کا تعاون کریں، واقعہ یہ ہے کہ اگر ہمارا معاشرہ ان جذبات کا حامل ہو جائے تو بہت اچھا اور ایک مثالی معاشرہ ہو گا۔

خود عنصر ضری کا دیویہ:

موجودہ معاشرہ ہمدردی والا نہیں؛ بلکہ خود غرضی والا معاشرہ ہے، جس میں ہم ایک طرف چل رہے ہیں، آپ غور کیجئے تو ہمارا پورا نظام خود غرضی پر ہی چل رہا ہے، اس دور میں اس وقت تک کوئی کسی کی مد نہیں کرتا جب تک کہ اس کا فائدہ اس سے قائم نہ ہو، آج دنیا میں یہی نظام چل رہا ہے، ہر شخص اپنے فائدہ کو دیکھ کر ہی کسی کا کام کرتا ہے، ہر شخص سوچتا ہے کہ اگر ہمیں اس سے فائدہ ہے تو ہم اس کا کام کریں گے؛ ورنہ نہیں کریں گے؛ اگر کسی سے فائدہ وابستہ نہیں ہے تو لوگوں کی ذہنیت یہ ہے کہ دوسرا مرہ ہوتا مرے، ہم سے کیا مطلب؛ لیکن اس کے مرنے سے اگر ہم کو کوئی تعصیت ہوتا ہے تو کوشش یہ ہوگی کہ وہ نہ مرے، بصورت دیگر یہ ہے کہ وہ مرے بھاڑی میں جائے، ہم سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

غور کیا جائے تو ہماری یہ تہذیب وہ ہے جو جانوروں کی تہذیب ہے، جانور یہی کرتے ہیں کہ اگر ایک جانور کھارہا ہے اور دوسرا جانور آگیا تو وہ اس کو بھاڑے گا اور اس کو اپنے چارے میں شریک نہیں ہونے دے گا؛ کیونکہ اس کو دوسرے جانور سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی جانوروں کو ایک دوسرے کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے، کوئی جانور کسی جانور کا تعاون نہیں کرتا ہے، اس لیے کہ ان کو ضرورت ہی نہیں ہے، جب ان کو کھانے کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ پتے چر لیتے ہیں اور جب پانی کی ضرورت ہوتی ہے تو تالاب سے پانی پی لیتے ہیں؛ گویا ان کو باہمی تعاون کی ضرورت ہی نہیں ہے؛ البتہ ہم انسانوں کا حال اس سے مختلف ہے، ہم دوسرے کے تعاون کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے؛ لیکن ہمارا ملیہ یہ ہے کہ ہم محض مادی تعاون پر چلتے ہیں اور اخلاقی و انسانی تعاون میں ہم بہت کوتاہ ہیں، آج دنیا میں جو دنگے ہیں، ان کی یہی وجہ ہے کہ ہر شخص خود غرضی میں بنتا ہے، آج ہر ایک میں ”ہم“ ہے، جب تک ان کا ”ہم“ پورا نہیں ہو گا وہ کسی سے اخلاقی نہیں برٹیں گے، وہ اخلاق اس لیے بر تھے ہیں کہ ان کے ساتھ اخلاق بر تا جائے اور دوسرے کے ساتھ اسی وقت

ہمدردی کرتے ہیں جب معلوم ہو کہ ان سے ہم کو ہمدردی لینی ہے؛ گویا انسانی اقدار کو فراموش کر کے اخلاقیات کو بھی ایک کاروبار بنا رکھا ہے۔

دھوستِ عمل:

ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اس خرابی کو دور کریں؛ لیکن صرف تلقین کرنے اور دوسروں کو سمجھانے سے کام نہیں چلے گا؛ بلکہ پہلے خود عمل کرنا ہوگا، اگر ہم کسی کو تکلیف میں دیکھیں تو اس کی تکلیف دور کریں، ہماری طاقت اور صلاحیت کے اعتبار سے جتنی مدد ہو سکے، ہم اتنی مدد کرنے کی پوری کوشش کریں؛ اگر پسیے خرچ کر کے ممکن ہو تو پسیے خرچ کر کے اور اگر کسی کی تکلیف دور کرنے کے لیے کوئی کوشش کر کے ممکن ہو تو کوشش کر کے اور کسی قسم کی دوڑ بھاگ کر کے ممکن ہو تو دوڑ بھاگ کر کے، جب ہمارا معاشرہ ایک انسانی معاشرہ ہے تو اس کو ایسا ہی ہونا چاہیے، اس کو جانور والے معاشرہ سے دور ہونا چاہیے اور اگر ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی نہیں کریں گے تو ظاہر ہے جانور اور ہم میں کوئی فرق نہیں رہے گا اور یہ ہماری بڑی حماقت ہو گی کہ ہم اپنے معاشرہ کے امتیازات کو مٹا دیں، اس لیے کہ جانور کو تو ضرورت ہی نہیں ہے کسی سے ہمدردی کرنے اور کسی سے ہمدردی لینے کی؛ لیکن ہم قدم پر باہمی تعاون کے محتاج ہیں؛ لہذا ہم میں جو "ہم" مسلط ہو گیا ہے، اس کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، آج اس "ہم" کے مسلط ہونے کا نتیجہ ہے کہ اکثر آدمی تنہا اپنے کو دیکھتا ہے اور کسی کے ساتھ بھلانی سے پیش آنے سے پہلے یہ سوچتا ہے کہ اس میں خود ہمارا کتنا فاکدہ ہے اور اس وقت تک اخلاق سے پیش نہیں آتا جب تک اس کو اپنا کوئی فاکدہ نظر نہ آ رہا ہو، وہ یہ سوچتا ہے کہ ہم ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں گے تو یہ ہمارے ساتھ اخلاق سے پیش آئیں گے؛ گویا انسان اپنا فاکدہ اپنے سامنے رکھ کر اخلاق بر تباہ ہے؛ لیکن ہم کو اس نظریہ سے بلند ہونا چاہیے، ہمیں انسانی تعلق، بھائی چارہ اور انسانی ہمدردی کا طریقہ اختیار کرنا چاہیے اور انسانی معاشرہ میں اس کو رواج دینے کی فکر کرنی چاہیے۔

مثالی معاشرہ:

اگر ہم خود غرضی والے معاشرہ پر قابو پالیں اور انسانی ہمدردی کے جذبے کو فروغ دیں تو ہمارا معاشرہ اور سماج ایک بہترین سماج بن جائے گا، لوگ دیکھ کر رشک کریں گے کہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں، جو اپنے سے زیادہ وسرول کی فلکر کرتے ہیں، یہ واقعی بڑے اچھے انسان ہیں؛ لیکن ایسا اچھا انسان بننے کے لیے ضرورت ہے کہ ہم اپنے انسانی صفات اختیار کریں، انسان جانوروں سے اوپر ہے، انسان اور جانور برادر نہیں ہیں؛ لہذا ہم کو جو انسانی صفات اور جو خوبی ہونی چاہیے وہ اپنا نے کی ضرورت ہے، انسان کی خوبی اس میں نہیں کہ وہ محض اپنا فائدہ دیکھ لے، یہ تو جانور بھی دیکھتے ہیں، انسان کی خوبی یہ ہے کہ اپنا فائدہ دیکھے ضرور لیکن وسرول کو نقصان سے بچاتے ہوئے، یعنی آپ ایسا فائدہ اٹھائیے کہ اس سے دوسرے کو نقصان ہو اور مزید یہ کہ دوسرے کا اگر نقصان ہو رہا ہے تو آپ اس کو نقصان سے بچانے کی کوشش کیجئے، اس کے ساتھ ہمدردی کیجئے، واقعہ یہ ہے کہ آج اسی مزانِ کو معاشرہ میں روانِ حدوئے کی بہت زیادہ ضرورت ہے، موجودہ ذرورت میں انسانی سوسائٹی کی سب سے بڑی کمی آپس کے جھگڑے و فساد اور آپس میں ٹکراؤ ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ انسان بہت نقصان اٹھا رہا ہے، آپس میں نہ محبت ہے نہ تعلق ہے؛ حالانکہ سب ایک ہی ساتھ رہتے ہیں اور سب کے ایک ہی طرح کے مسائل و حالات ہیں؛ لیکن ہمدردی اس طرح کی نہیں ہے جس طرح ایک ساتھ رہتے ہیں میں ہونی چاہیے۔

پیام انسانیت فورم کا مشن:

”پیام انسانیت“ کے نام سے جو فورم ہے، اس کو ”یام انسانیت“ اسی لیے کہا گیا ہے تاکہ آدمی یہ سمجھے کہ یہ انسانی سلط پر ایک دوسرے کے ساتھ اخلاقی برتنے اور ایک دوسرے کے ساتھ ہمدردی کرنے کی ایک تحریک ہے، اس تحریک کے پلیٹ فارم سے لوگوں کو یہ تلقین کی جاتی ہے کہ آپس میں مل کر رہو، آپس میں محبت کے ساتھ رہو اور ایک دوسرے کے فائدہ کو دیکھو، یہ نہیں ہونا چاہیے کہ تم صرف اپنے ہی فائدہ کو دیکھو؛ بلکہ

دوسرے کے فائدہ کو بھی دیکھو اور جو پڑو سی ہونے کی حیثیت سے تم پر ذمہ داری ہے اس کو پورا کرو اور یاد رکھو انسانی رشتؤں کے بنا بہنے میں مذہب حائل نہیں ہوتا؛ بلکہ اپنے اپنے مذہب پر آدمی قائم رہے اور پوری طرح قائم رہے؛ مگر انسانی رشتؤں کا مکمل خیال رکھے، اس سلسلہ میں مذہب اس کی مکمل رہنمائی بھی کرتا ہے، مذہب خود ہم کو یہ بتاتا ہے کہ تمہارے اوپر پڑو سی کا حق ہے، اب خواہ وہ پڑو سی کوئی بھی ہو اور کسی بھی مذہب کا ہو، جب پڑو سی ہے تو اس کے ساتھ پڑو سی والا اخلاق برنا ہے۔

مسائل کا حل:

”پیام انسانیت“ انسانیت کی صدارت کرنے کی ایک تحریک ہے، اس کا پیغام یہ ہے کہ میں انسانی سطح پر آپس میں محبت و پیغام پیدا کرنا ہے، اس سے ہمارا سماج بہترین سماج بنے گا؛ ورنہ ہمارا سماج بہت گھٹیا سماج ہو گا، جس کو دیکھنے والے اس کی مذمت کریں گے اور اگر ہمارے سماج میں انسانی خوبیاں پیدا ہو جائیں تو دیکھنے والے اس کی تعریف کریں گے اور رشک کریں گے کہ یہ سماج واقعی ایک مثالی سماج ہے، اس میں سب ایک دوسرے کو بھائی سمجھتے ہیں، ایک دوسرے کی ہمدردی کرتے ہیں، ایک دوسرے کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اس میں نہیں دیکھتے کہ کس کی تکلیف ہے، بس ان کے اندر یہ جذبہ ہے کہ اگر کسی کی تکلیف ہے تو گویا وہ ہماری تکلیف ہے، ہمیں اس کو دور کرنا ہے اور اس کی انسانی سطح پر ہر ہمکن مدد کرنا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اگر ہمارے اندر یہ جذبہ پیدا ہو جائے تو ہمارے سماج کے بہت سے وہ مسائل خود بخوبی ختم ہو جائیں گے جو آج ہماری خود غرضی کی وجہ سے ختم ہونا مشکل معلوم ہوتے ہیں، بس شرط صرف یہی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور اس کے ساتھ انسانی سطح پر سلوک اور ہمدردی کا معاملہ کریں، اللہ تعالیٰ تو فیق عطا فرمائے اور قبول فرمائے، آمين۔

وَصَلَّى اللَّهُ تَعَالَى عَلَى خَيْرِ خَلْقِهِ مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَلِهِ وَصَاحِبِهِ أَجْمَعِينَ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيرًا كَثِيرًا۔